© rasailojaraid.com

حضرت مجدد الف ثانیؒ اور مارکسی مورخین

(۲)

جمال احمد صدیقی، لکچرر شعبہ تاریخ علی گڈھ مسلم یونیورسٹی۔

ڈاکٹر محمد عمر کے مطابق شیخ فرید کی شیخ احمد سرہندی سے خط وکتابت میں جرأت اور ہمت کی کوئی عجیب بات نہیں تھی کیونکہ شیخ فرید کے علاوہ دربار اکبری اور جہانگیری کے بہت سے اہم امراء مثلاً قلیج خاں اندجانی، عبدالرحیم خاں خانخاناں، عزیز کوکہ، صدر جہاں، فتح اللہ شیرازی، خواجہ جہاں، اور داراب خاں بھی شیخ احمد سرہندیؒ اور شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ سے مراسلاتی تعلقات رکھتے تھے جبکہ یہ دونوں بزرگ اکبر کی مذہبی پالیسی کے مخالفین کی حیثیت سے معروف تھے[۱] یہ اکبر کے لئے شیخ فرید کے جذبہ وفاداری میں کوئی شک نہیں ہے اور شیخ فرید ہی کے ایماء پر الہداد فیضی سرہندی نے اکبر نامہ لکھا جو اکبر کی تعریف و توصیف سے لبریز ہے لیکن ہمیں یہ نہ بھولنا چاہیے کہ شیخ فرید ہی کے منشاء پر بقول ڈاکٹر محمد عمر شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کے صاحبزادے شیخ نورالحق نے زبدۃ التواریخ مرتب کی جس میں اکبر کے مذہبی عقائد پر سخت نکتہ چینی کی گئی ہے[۲] ڈاکٹر محمد عمر کے مطابق الہداد

---

[۱] ڈاکٹر محمد عمر حوالہ سابقہ ص ۲۱ و ص ۲۲ [۲] ایضاً حوالہ سابقہ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سرہندی کے اکبر نامہ کا دائرہ بہت محدود تھا۔ شیخ فرید کی ہدایت پر۔ جیساکہ مصنف خود اعتراف کرتا ہے کہ اکبر نامہ میں اکبر کی ان جنگی مہمات کا ذکر مقصود ہے جن میں بادشاہ نے خود شرکت کی ہے اس تصنیف کا تعلق علماء، یا صوفیاء سرہند سے نہیں تھا۔اس میں صرف دو عالموں حاجی ابراہیم سرہندیؒ اور ملا علی شیر سرہندیؒ، (مصنف کے والد) کا ذکر محض ضمنی طور پر کیا گیا ہے نہ کہ ایک قابل ذکر عالم کی حیثیت سے۔ پروفیسر موصوف اپنے سائینٹفک مطالعہ کی بنیاد پر یہ تو فرماتے ہیں کہ اکبر نامہ میں بہت سے علماء کا ذکر ملتا ہے ۲؎ لیکن وہ چند علماء کا ذکر تو درکنار نام بتانے سے قاصر ہیں۔ اکبر نامہ میں شیخ احمد سرہندیؒ کے ذکر کی توقع اور اس کے نہ ہونے پر شیخ کی شخصیت کے غیر اہم ہونے کا جوالہ تلاش کرنے کی بظاہر کوئی وجہ نظر نہیں آتی جب تک کہ یہ نہ طے کر لیا جائے کہ شیخ احمد سرہندی کو بہر حال بیوقعت ثابت کرنا ہے۔

پروفیسر موصوف عہد جہانگیری میں شیخ احمد سرہندی کے واقعہ اسیری کو تزک جہانگیری کے حوالہ سے نقل کرنے کے بعد اپنے تاثرات کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں۔ "یہاں ہمارا تعلق اس سے نہیں ہے کہ شیخ احمد نے جو الفاظ لکھے تھے ان سے ان کی مراد واقعتاً وہی تھی یا نہیں۔ انہوں نے ایک پیر طریقت کے لب ولہجہ کے ساتھ ہی ساتھ ایک ملا کا متعصبانہ آہنگ بھی اختیار کیا اور اگر ان دونوں کردار کے ادا کرنے کی کوشش میں وہ کہیں کے نہ رہے تو وہ کسی ہمدردی کے مستحق نہیں ۳؎ پروفیسر موصوف جہانگیر پر شیخ احمد سرہندی کے اثرات کی نفی کرنے کی کوشش

۱؎ اکبر نامہ ورق ۱۸۱ الف ۲؎ ایضاً ورق ۱۹۹ الف، ب میں ڈاکٹر محمد عمر صاحب کا مشکور ہوں جنہوں نے یہ حوالے فراہم کئے۔ ۳؎ PJHC ۱۹۶۰ صفحہ ۲۱۳ ۴؎ ایضاً صفحہ ۲۱۴

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں تزک جہانگیری کے اقتباس کو لبطور دلیل تو پیش کرتے ہیں مگر جہانگیر کے بینہ الزام کے تجزیے سے گریز اختیار کرجاتے ہیں کیونکہ تجزیہ کی صورت میں یہ حقیقت واضح ہوجاتی کہ جہانگیر کا الزام بقول پروفیسر نورالحسن "واضح طور پر ایک نقلی الزام تھا"[1]

الزام کی تفصیل میں نہ جاکر پروفیسر موصوف نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ چونکہ ۱۶۱۰ء میں مکتوبات کی جلد اول اور ۱۶۱۹ء میں جلد دوئم کی اشاعت ہوچکی تھی اور اب جبکہ شیخ احمد کے نظریات منظر عام پر آچکے تھے جس کے تحت اکبر کو ملامت کی گئی، ہندوؤں کو مطعون کیا گیا اور شیعوں کو گالیاں دی گئی تھیں اس لئے ان کو نظر انداز کرنا بہت مشکل تھا[2] گویا پروفیسر موصوف یہ کہنا چاہتے ہیں کہ شیخ احمد سرہندی کی گرفتاری کا اصل محرک اکبر ہندوؤں اور شیعوں کے متعلق ان کا ملامتی رویہ تھا لیکن چونکہ بدقسمتی سے جہانگیر نے اس الزام کا کوئی ذکر نہیں کیا ہے اس لئے پروفیسر موصوف اس کی تاویل اس طرح پیش کرتے ہیں "لیکن جہانگیر نے اپنی فطری ہوشیاری کی بنا پر ایسے عنوان کا انتخاب کیا جہاں اسے راسخ العقیدہ سنیوں کی پوری حمایت حاصل ہوسکے[3] پروفیسر موصوف کی اس تحقیق کا جائزہ لینے سے قبل اس الزام کی مختصر تفصیل ضروری ہے جس کی بنیاد پر یہ کہا گیا ہے کہ جہانگیر نے راسخ العقیدہ سنیوں کی حمایت حاصل کی تھی۔

اس الزام تراشی کی بنیاد شیخ احمد سرہندی کا گیارہواں مکتوب (جلد اول) ہے۔ جو انہوں نے اپنے پیر حضرت خواجہ باقی باللہ (جنکی وفات ۱۶۰۳ء میں ہوچکی تھی) کو لکھا تھا اور جس میں انہوں نے اپنے روحانی عروج سے متعلق ایک خواب کا ذکر کیا تھا[4] اس خط سے

---

[1] ڈاکٹر نورالحسن PIHC ۱۹۶۰ء صفحہ ۲۵۶ [2] PIHC ۱۹۶۰ء صفحہ ۲۱۳

[3] ایضاً صفحہ ۲۱۳ [4] مکتوبات جلد اول (۱۱)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

معترضین نے یہ مفہوم نکالا کہ شیخ خود کو حضرت صدیق اکبرؓ سے بھی افضل سمجھتے ہیں۔ شیخ نے اس غلط فہمی کے ازالہ کی خاطر شیخ بدیع الدین کو ایک خط لکھا[1] اس کے بعد مزید وضاحت کے طور پر حکیم فتح اختر گیلانی کو لکھا کہ "جو شخص جو اپنے آپ کو حضرت صدیق اکبر سے افضل جانتے اس کا امر دو حال سے خالی نہیں یا وہ زندیق محض ہے یا جاہل ہے"[2] اس کے علاوہ شیخ احمد سرہندی نے دیگر مکتوبات میں بھی خلفاء راشدین کی فضیلت کا بار بار اظہار کیا ہے[3] دونوں جلدیں سنہ ۱۶۱۹ء تک شائع ہو کر منظر عام پر آ چکی تھیں اور تیرہ برس قبل لکھے ہوئے خط کے سلسلہ میں جو غلط فہمی پیدا ہوئی تھی اسے رفع ہو جانا چاہئے تھا جلد اول کے مکتوبات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ شیخ کے متنازع فیہ خط کی شہرت اس کی اشاعت سے قبل ہو چکی تھی۔

دارا شکوہ لکھتا ہے کہ شیخ پر یہ تہمت کہ وہ خود کو خلفاء راشدین سے افضل سمجھتے ہیں مخالفین کے افترا اور بہتان کا نتیجہ تھا[4] دارا شکوہ مزید لکھتا ہے کہ شیخ میرک (شہزادہ خرم کے اتالیق) نے خود اسے یہ بتایا ہے کہ ایک بار جب وہ سرہند گئے تو انہوں نے شیخ سے ان کے متنازعہ فیہ خط کی وضاحت چاہی شیخ نے انہیں خط دکھا کر افضلیت کے الزام کی تردید کی جس پر شیخ میرک مطمئن ہو کر لوٹے[5] اس سلسلے میں پروفیسر نور الحسن کا تجزیہ قابل غور ہے وہ لکھتے ہیں "شیخ کی اسیری بلاشبہ نور جہاں کی شاہی مجلس مشاورت کے زیر اثر عمل میں آئی اور ان کی رہائی ان پر آشوب زمانے میں مشتعل سنی رائے عامہ کو مطمئن کرنے کی تدبیروں میں سے ایک تھی یہ واقعہ بجائے خود شیخ احمد کے ایک روحانی پیشوا کی حیثیت سے با اثر مقام کو ثابت کرنے کے لئے کافی ہے جو اسلامی افاقیت کے رجحان میں انہیں حاصل تھا۔"[6]

۱؎ مکتوبات جلد اوّل مکتوب ۱۹۲ ۲؎ ایضاً مکتوب ۲۰۲ ۳؎ ملاحظہ ہو مکتوبات جلد اوّل مکتوب ۲۵۱ و دوم مکتوب ۱۵ اور ۶۷ ۴؎ سفینۃ الاولیا نول کشور لکھنؤ ۱۸۷۲ء صفحہ ۱۹۷ ۵؎ ایضاً ۱۹۷، ۱۹۸ ۶؎ ڈاکٹر نور الحسن حوالہ سابقہ صفحہ ۲۵۶

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مندرجہ بالا تفصیل سے جہانگیر کی "الزام تراشی" اور "راسخ العقیدہ سنیوں کی حمایت" کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔ جہانگیر کے لفظ "عوام" کی جگہ پروفیسر عرفان حبیب نے بر بنائے مصلحت "راسخ العقیدہ سنیوں" کی اصطلاح کو منتخب کیا اور وہ یہ بھول گئے کہ انہوں نے اپنے اسی مقالہ میں یہ بھی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ جہانگیر نے راسخ العقیدہ طبقہ کی پرواہ نہیں کی اور جہانگیر بھی اکبر ہی کی طرح مذہبی معاملات میں آزاد خیال واقع ہوا تھا[1]۔ یہ بات ناقابل فہم ہے کہ آخر جہانگیر کو کیا امر مانع تھا کہ الزام تراشی کی فہرست میں شیخ احمد سرہندی کی ملامتی مہم جو بقول پروفیسر موصوف سزا کی اصل وجہ تھی وہ کوئی ذکر بھی نہیں کرتا۔ درحقیقت پروفیسر موصوف ہندوؤں کے خلاف شیخ کے نظریات کو جس جارحانہ انداز سے پیش کرنا چاہتے ہیں اس کی اکبر یا جہانگیر کے عہد میں کوئی حقیقت نہ تھی۔ لیکن طبقاتی کشمکش کے علمبردار پروفیسر موصوف اور ان کے ہمنوا ہر دور میں تصادم خلق ثابت کرنا اپنا فرض منصبی سمجھتے ہیں۔

جہاں تک شیخ احمد سرہندی کا ایک پیر طریقت اور ملا کی حیثیت سے ناکامی کا تعلق ہے پروفیسر موصوف اپنی نظریاتی عصبیت میں اس طرح غرق ہیں کہ وہ ان دونوں حیثیتوں سے صرف شیخ احمد سرہندی ہی نہیں بلکہ کسی کے مقام کو بھی سمجھنے سے معذور ہیں۔ ان کے پاس صرف ایک ہی عینک ہے جس سے وہ ہر مذہبی یا روحانی پیشوا اس کا تعلق خواہ کسی بھی مذہب، نسل اور رنگ سے ہو۔ اس میں جارحانہ فرقہ پرستی، متشدد عصبیت اور تنگ نظری کے جراثیم کے علاوہ اور کچھ دیکھنے سے قاصر ہیں اور اپنی اس معذوری اور مجبوری کی بنا پر وہ ہماری ہمدردی کے بہر حال مستحق ہیں۔

شیخ احمد سرہندی کے انتقال کے بعد نقشبندیہ مجددیہ سلسلہ کا جو اثر ہم مغل بادشاہ

---

[1] PIHC ١٩٦٠، ص ٢١٣

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یا سیاست پر پاتے ہیں اس کے متعلق پروفیسر عرفان حبیب اپنے خیالات کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں "لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ اپنے انتقال کے بعد انہوں (شیخ احمد سرہندی) نے مغل سیاست پر اپنا اثر قائم رکھا۔ کیونکہ بظاہر ان کے لڑکے شیخ معصوم نے اورنگزیب کو جب کہ وہ شہزادہ تھا ایک خط لکھا تھا اس لئے یہ فرض کر لیا گیا ہے کہ اورنگزیب مجدد کے اس صاحبزادے (شیخ محمد معصوم) کا مرید تھا۔ الواقع اورنگزیب کے عہد کا بے رحم طنز نگار نعمت خاں عالی گولکنڈہ کے محاصرہ (۱۶۸۷ء) کا ذکر کرتے ہوئے شیخ احمد کو پیر و مرشد حضرت پیر مرشد لکھتا ہے لیکن واضح طور سے یہ ایک طنزیہ عبارت ہے نہ کہ ایک امر واقعہ کیونکہ یہ ایک ایسی طویل عبارت کی تمہید ہے جس میں شیخ اور ان کی اولادوں کا مذاق اڑایا گیا ہے[1] پروفیسر موصوف اپنی تصنیف اگریرین سسٹم آف مغل انڈیا میں بھی شیخ احمد سرہندی کا ذکر کرتے ہوئے اسی بے رحم طنز نگار کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں "لیکن شیخ اور ان کے پوتوں کے نظریات اس وقت کے ایک مؤثر طنز نگار کے قلم سے وقائع نعمت خاں عالی میں ملاحظہ ہوں[2]

شیخ محمد معصوم اور ان کے لڑکوں سے اورنگزیب کے روابط کا ذکر کرتے ہوئے پروفیسر خلیق احمد نظامی لکھتے ہیں "اورنگ زیب نے اپنا رابطہ شیخ احمد سرہندی کے صاحبزادے شیخ محمد معصوم سے جبکہ وہ شاہزادہ تھا قائم کر لیا تھا۔ ان کے مکتوبات کی تین جلدیں وسیلۃ السعادت، درۃ التاج اور مکتوبات معصومیہ میں ہم اورنگزیب کے نام خواجہ معصوم کے چھ خطوط پاتے ہیں ..... ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اورنگزیب کی درخواست پر خواجہ معصوم نے اپنے صاحبزادے شیخ سیف الدین کو اورنگزیب

۱؎ P 9 AC (۱۹۶۰) ص ۳۱۶ ۲؎ مغل ہندوستان کا طریق زراعت (اردو ترجمہ) مترجم جمال محمد صدیقی ترقی اردو بورڈ دہلی ۱۹۷۷ء نیشنل بک ٹرسٹ صفحہ ۲۲۴ حاشیہ ۲

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی باطنی تربیت پر معمور کیا تھا۔ جب شیخ سیف الدین نے اپنے والد کو اورنگ زیب کے احوال سے مطلع کیا تو انہوں نے لکھا کہ طبقۂ سلاطین میں اس قسم کے امور حکم عنقا رکھتے ہیں اور بادشاہ کی باطنی ترقی پر انتہائی اطمینان کا اظہار کیا۔ ایک خط میں اورنگ زیب نے آپ کو بارگراں بار جہانداری اور حسن خاتمہ کے متعلق لکھا تھا۔ خواجہ معصوم کے ایک دوسرے صاحبزادے، محمد نقشبند کا بھی اورنگ زیب سے کئی برسوں تک قریبی رابطہ رہا ہے ان کے مکتوبات کے مجموعہ وسیلۃ القلوب باللہ والرسول میں بادشاہ کے لکھے ہوئے کئی خطوط ملتے ہیں اپنے ایک دوست کے نام ایک خط میں وہ لکھتے ہیں "بادشاہ دین پناہ از کمال اخلاص و عنایت از خود جدا نمی فرمودند"۱

شیخ محمد معصوم اپنے ایک مکتوب میں جو بظاہر اورنگ زیب کے خط کا جواب ہے لکھتے ہیں۔ "الحمد للہ والمنۃ کہ فقیر زادہ (شیخ سیف الدین) منظور نظر قبول ہو گیا ہے اور اس کی صحبت مؤثر ثابت ہوئی ہے"۲ ایک دوسرے خط میں خواجہ معصوم اورنگزیب کو لکھتے ہیں "اس سے پہلے فقیر زادے کے خط میں کیفیت سبق باطن لکھ چکا ہوں نظر عالی سے گذرا ہوگا آپ نے دعا اور توجہ غائبانہ کی طلب اس شکستہ دل سے کی ہے"۳ مراۃ العالم کے مصنف بختاور خان کا حوالہ بھی ملاحظہ ہو۔ وہ شیخ سیف الدین کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے "بادشاہ نے ان عارف پناہ کو سرہند سے جہاں وہ پیدا ہوئے اور تربیت پائی تھی اپنے حضور میں بلایا اور طرح طرح کے اعزاز و اکرام اور الطاف خسروانہ

۱؎ پروفیسر خلیق احمد نظامی حوالہ سابقہ صفحہ ۹۴ و صفحہ ۵۰ ۲؎ مکتوبات خواجہ محمد معصوم سرہندی تلخیص و ترجمہ مولانا نسیم احمد امروہی کتب خانہ الفرقان دہلی ۱۹۷۰ء مکتوب ۲۲۱، ص ۲۰۲ ۳؎ ایضاً مکتوب ۲۲۷ ص ۲۸۵

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سے سرفراز کیا اور چند مرتبہ وہ اس شاہانہ کرام کے گھر جو قلعہ شاہجہاں آباد کے قریب ان کو رہنے کے لئے دیا گیا تھا حاضر ہوا اور ان کی صحبت سے فیضیاب ہوا۔

مندرجہ بالا شواہد اورنگ زیب کے شیخ احمد سرہندی کے اولادوں سے گہرے عقیدتمندانہ روابط اور تعلقات کو واضح کرنے کے لئے کافی ہونے چاہئیں۔ پیر اور مرید کی لفظی اصطلاح میں نہ جا کر اگر محض یہ کہا جائے کہ اورنگ زیب کی باطنی تربیت اور ذہنی تشکیل میں ان بزرگوں کا بہت حصہ رہا ہے تو یہ صرف ایک عقیدۂ یا مفروضہ نہ ہوگا۔ مفروضہ درحقیقت یہ ہے کہ شیخ معصوم نے اورنگ زیب کو صرف ایک ہی خط لکھا تھا۔

پروفیسر عرفان حبیب اپنے نقطۂ نظر کی وضاحت کرتے ہوئے مزید لکھتے ہیں "یہ بھی قابل لحاظ ہے کہ اورنگ زیب کی ابتدائی دس سال کی مفصل سرکاری تاریخ عالمگیر نامہ میں شیخ احمد کے لڑکے محمد سعید اور معصوم کا صرف مختصر حوالہ نقد انعام کے وصول کنندہ کی حیثیت سے دو جگہوں پر ملتا ہے۔ ان کی تعریف ایک جملہ کے واحد فقرہ میں اس طور پر کی گئی ہے کہ وہ شیخ احمد ایسے صوفی کے ورثا ہونے کے مستحق ہیں شیخ کے مجدد ہونے یا ان کی بنیادی تعلیمات کے متعلق کچھ نہیں کہا گیا ہے" تاریخی دیانتداری کا تو تقاضا یہ تھا کہ پروفیسر موصوف اصل متن کا مکمل ترجمہ پیش کر کے اپنے نتائج اخذ کرتے لیکن پروفیسر نے اصل عبارت کے مفہوم کو اپنے نتائج کے جامہ میں اس انداز سے پیش کرنے کی کوشش کی ہے کہ ذم کا پہلو نمایاں ہوتا ہے۔ عالمگیر نامہ کی اصل عبارت ملاحظہ ہو "شیخ محمد سعید اور شیخ محمد معصوم پسران شیخ مغفور و مرحوم واقف اسرار حقائق و علوم شیخ احمد سرہندی کہ در ہر یک فضائل و کمالات صوری و معنوی خلف الصدق آں سالک مسالک

۵۔ بختاور خاں، مرآۃ العالم (نسخہ عبد السلام کلکشن علیگڈھ) ورق ۲۲۹ ب۔ نیز ملاحظہ ہو ... ۱۹۶۰ء ص ۲۱۶

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

طریقت و عرفان است بالتمام سر صد اشرفی"[1] دوسری جگہ یہ تحریر ہے "متقوی شعار شیخ محمد سعید خلف شیخ احمد سرہندی خلعت دو ہزار روپیہ"[2] مراۃ العالم کا مصنف بختاور خاں لکھتا ہے کہ بادشاہ (اورنگ زیب) کی استدعا پر شیخ محمد سعید چند بار بادشاہ کے پاس گئے اور اس نے شیخ کو توقیر و تکریم سے مخصوص کیا"[3]

عالم گیر نامہ کی جو عبارت پیش کی گئی ہے اور جس کا حوالہ پروفیسر موصوف نے بھی دیا ہے اس کے متعلق یہ کس طرح کہا جا سکتا ہے کہ شیخ احمد سرہندی کے صاحبزادوں کا ذکر صرف نقد انعام پانے والوں کی حیثیت سے کیا گیا ہے اور ان کی تعریف میں صرف یہ کہا گیا ہے کہ وہ شیخ احمد سرہندی ایسے صوفی کے ورثا ہونے کے مستحق ہیں محمد کاظم (صاحب عالمگیر نامہ) واضح الفاظ میں یہ کہتا ہے کہ فضائل و کمالات صوری و معنوی کے اعتبار سے وہ شیخ احمد سرہندی کے خلف صادق ہونے کے مستحق ہیں اور شیخ احمد کو محض "ایسے صوفی" نہیں کہا گیا ہے بلکہ لفظ "ایسے" کی بھی وضاحت کی گئی ہے۔ چنانچہ شیخ احمد سرہندی کے اوصاف تحریر کرنے کے بعد یہ لکھنا کہ ان کے صاحبزادے خلف صادق ہیں صاف ذہن رکھنے والوں کے سمجھنے کے لئے کافی ہونا چاہیے۔ شیخ احمد سرہندی کو اس عبارت میں مجدد نہیں کہا گیا ہے جسے پروفیسر موصوف ان کے مجدد نہ سمجھے جانے کی دلیل میں پیش کرنا چاہتے ہیں مگر عالمگیر نامہ کے مصنف نے شیخ کی جن خصوصیات کا اعتراف کیا ہے کیا وہ پروفیسر موصوف کے نزدیک قابل لحاظ نہیں ہے؟ عالم گیر نامہ میں شیخ احمد سرہندی یا کسی بھی پیر طریقت کی دنیاوی یا دینی تبلیغات کی تلاش بے محل ہے۔ کیونکہ مصنف کا مقصد تحریر اورنگ زیب کے سیاسی کارناموں کو قلمبند کرنا تھا جس طرح الہداد فیضی سرہندی کا مقصد اکبر نامہ میں اکبر کی ان

---

[1] محمد کاظم عالم گیر نامہ ، بب انڈیکا کلکتہ جلد اول صفحہ ۲۹۳ [2] ایضاً ، جلد دوم صفحہ ۵۹۵ [3] مرآۃ العالم ورق ۲۱۹ الف۔

© rasailojaraid.com

جنگوں کا ذکر تھا جن میں اکبر نے بنفس نفیس شرکت کی تھی عالم گیر نامہ کا شمار ملفوظات یا مکتوبات کی فہرست میں نہیں کیا جاتا۔ اس جگہ پروفیسر موصوف کی یہ غلط فہمی بھی رفع کر دینا مناسب ہوگا کہ اسلام کے ماننے والوں کے نزدیک دنیاوی اور دینی تعلیمات دو مختلف معیار عمل نہیں ہیں۔

منفی شواہد کی بنیاد پر اپنے استدلال کو پیش کرنے کی کوشش میں پروفیسر موصوف نے اورنگ زیب کے عہد کے اُن ماخذ کی مخصوص نشاندہی کی ہے جن میں شیخ احمد سرہندی یا ان کی اولادوں کا ذکر نہیں ملتا اور جن ماخذ میں ذکر ملتا ہے وہ پروفیسر موصوف کے نزدیک لائق اعتنا نہیں ہیں۔ منفی شواہد کو اگر تاریخ نویسی کی بنیاد بنا لیا جائے تو تاریخ عالم کو از سر نو مرتب کرنا پڑے گا اور ہر مورخ کو اپنے مخصوص مقاصد اور عقائد کے تحت تاریخ مرتب کرنے کی آزادی حاصل ہو جائے گی۔ منفی پہلوؤں کو ان کے تناسب سے زیادہ نمایاں کر کے تاریخی واقعات کا ایک تخریبی اور خود ساختہ تجزیہ پیش کرنا مارکسی مکتب خیال کے مورخوں کا خاص کارنامہ ہے۔ اور اس پر ستم ظریفی یہ کہ سائنٹفک مطالعہ کا دعویٰ بھی کیا جاتا ہے۔ پروفیسر موصوف اس کے شاکی ہیں کہ اسلامی مکتب خیال کے مورخوں کی "یہ ایک عام عادت ہے کہ بزرگوں کے وہ اقوال جو ایک متعینہ تشریح پر مکمل طور پر پورے نہ اترتے ہوں انہیں حذف کر دیا جائے"[۱]۔ جہاں تک حذف و ترک کا سوال ہے پروفیسر موصوف کا موجودہ مقالہ اس کا بہترین شاہکار ہے۔ ع

ایں گناہیست کہ در شہر شما نیز کنند،

پروفیسر عرفان حبیب نے شیخ محمد معصوم کا اورنگ زیب کے پیر ہونے اور شیخ احمد سرہندی اور ان کی اولادوں کے نظریات کے ضمن میں وقائع نعمت خان عالی کا حوالہ

---

۱ PIHC ۱۹۶۰ ص ۲۱۔

© rasailojaraid.com

دیا ہے کہ قبل اس کے کہ اس موضوع پر اظہار خیال کیا جائے نعمت خان عالی کی تحریر کے چند اقتباسات کے ترجمے پیش کرنا مناسب ہوگا تاکہ پروفیسر موصوف کے نظر انتخاب کی داد دی جاسکے۔ نعمت خان اورنگزیب کے پینتیسویں سن جلوس کے ضمن میں محاصرہ قلعہ گولکنڈہ کا ذکر کرتے ہوئے شیخ احمد سرہندی کے ایک نبیرہ کے خواب کا ذکر کرتا ہے۔ پس منظر یہ ہے کہ قلعہ فتح نہیں ہورہا ہے اور بادشاہ متفکر ہے کہ عالم خواب میں نبیرہ کی ملاقات اپنے دادا یعنی شیخ احمد سرہندی سے ہوتی ہے[۵۲] "دادا نے کہا کہ اے میرے لڑکے! نذر و نیاز کے حلوہ کو تو اکیلا ہی کھا جاتا ہے اور ہمارا حصہ نہیں بھیجتا۔ شیخ نے کہا! اے میرے محترم دادا جان! آج کل خواص و عوام کی پریشانی کے سبب حلوہ بہت کم جمع ہوتا ہے اور مرید بھی ہمارے درپے آزار ہیں کہ مردہ کو نان و حلوہ نہیں دیتے، میں خود ان لوگوں سے پریشان ہوں" (شیخ نے کہا) دادا جان اس قلعہ کی فتح کے لئے توجہ فرمائیے پھر آپ کو بہت سا حلوہ ملے گا۔ سبحان اللہ! مشہور ہے کہ حلوہ تو امن کی حالت میں ہوتا ہے جس کی خواہش وہ دوران جنگ کر رہے ہیں۔ یہ سب ان بزرگ کی کرامتیں ہیں"۔ "اس بلند مرتبہ نے اس بار فرمایا کہ اب جلدی بیدار ہو جا اور خوشخبری پہونچا کہ انہیں دو تین دنوں میں ہم قلعہ کو لے کر دے دیں گے اور قلعہ کے سب لوگوں کو گرفتار کرلیں گے اور نہ اپنوں کو چھوڑیں گے اور نہ بیگانوں کو۔ لیکن وہ تھیلی جو خلیفہ نے اپنے دست مبارک میں پکڑ رکھی ہے مناسب نہیں کہ اسے خاک آلود کرے اور ہاتھ اور پاؤں کے نیچے ڈال دے اُسے چاہیئے کہ سونے سے بھر کر میرے فرزند کو دے دے۔ خواب سے بیدار ہونے کے بعد شیخ مقربین دربار

---

۵۱ P.H.C. ۱۹۶۰ صفحہ ۲۱۶ حاشیہ ۵ اور مغل ہندوستان کا طریق زراعت صفحہ ۲۵

۵۲ وقائع نعمت خان عالی، نول کشور کانپور ۱۸۸۱ء صفحہ ۲۵ تا صفحہ ۳۰

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سے یہ معلوم کرتے ہیں کہ وہ مقدس تھیلی کتنی بڑی ہے"۔

اس واقعہ کو تحریر کرنے کے بعد نعمت خان ایک منظوم حکایت تحریر کرتا ہے۔ جس میں شیخ کے کشف اور خواب کی صداقت کا ذکر کیا گیا ہے۔ شیخ نے ایک بار شیطان کو خواب میں دیکھا جس سے شیخ نے سخت لعنت اور ملامت کرتے ہوئے کہا کہ تو عوام الناس کو گمراہ کر رہا ہے۔ غصہ کے عالم میں شیخ نے شیطان کو دو بار مارا اور اس کی ڈاڑھی پکڑ لی اچانک شیخ کی آنکھ اپنے ہی ہاتھ کی ضرب سے کھل گئی اور انہوں نے اپنے ہاتھ میں خود اپنی ڈاڑھی پائی۔ شیخ کو جب اپنا خواب یاد آیا تو ان پر یہ کشف ہوا کہ خواب میں بصورت شیطان وہ خود تھے[1]

شیخ احمد سرہندی اور ان کی تعلیمات سے واقف لوگ نعمت خان کی اس تحریر کی حیثیت اور وقعت کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ جس کی تفصیل میں یہاں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ نعمت خان واضح طور پر شیخ احمد سرہندی اور ان کی اولاد کو انتہا درجہ حریص، فاتر العقل اور فریبی کی حیثیت سے پیش کر رہا ہے اور چونکہ پروفیسر موصوف بھی اسی قسم کے خیالات رکھتے ہیں اس لئے نعمت خان کی اس تحریر کا حوالہ بطور ثبوت پیش کر رہے ہیں۔ نعمت خان کی تحریر کی شقاوت کو طنزیہ عبارت کہہ کر کم نہیں کیا جا سکتا۔ بدیہی طور پر نعمت خان ایک دریدہ دہن اور غیر سنجیدہ مورخ ہے جس کی عبارت میں طنز کم تذلیل اور تحقیر بہت زیادہ ہے۔

سر ایچ ایم۔ ایلیٹ کے مطابق خود وقائع نعمت خان عالی کی کوئی تاریخی اہمیت نہیں ہے۔ وہ مزید لکھتا ہے "گو کہ یہ تصنیف بہت خوش اسلوب انداز بیان میں تحریر کی گئی ہے لیکن اس کے ناشائستہ مذاق اور گھٹیا بازاری فقرے اکثر قاری کے احساس

---

[1] وقائع نعمت خان عالی ص ۲۹

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لطیف کو مجروح کرتے ہیں۔ جس سے لطف اندوز ہونے کا یہ مصنف بہت زیادہ عادی تھا۔

یہ بات دلچسپی سے خالی نہیں کہ جب شیخ احمد سرہندی اور ان کی اولادوں کے نظریات سمجھانے کی ضرورت پروفیسر موصوف کو پیش آئی تو ان کی نظر انتخاب نعمت خان کی اس گمراہ کن عبارت پر پڑی جس کے وہ بظاہر ہم خیال بھی نظر آتے ہیں۔ لیکن جب نعمت خان نے اسی عبارت میں یہ تحریر کیا کہ شیخ احمد بادشاہ کے پیر کے پیر و مرشد ہیں تو پروفیسر موصوف کو اچانک یہ احساس ہوتا ہے کہ یہ امر واقع نہیں بلکہ یہ ایک طنزیہ عبارت کی تمہید ہے جس میں شیخ احمد اور ان کی اولادوں کا مذاق اڑایا گیا ہے اس لئے یہ تحریر اب لائق اعتبار نہیں رہی جب نعمت خان کو لائق اعتبار بنانا طے کیا تو اسے ایک مؤثر طنز نگار (EFFECTIVE SATINIST)[2] کی صفت سے موسوم کر دیا اور جب نعمت خاں کی بے وقعتی منظور ہوئی، تو اسے ایک بے رحم طنز نگار (MERCILESS SATINIST)[3] کی تہمت سے نوازا۔ گویا ایک ہی عبارت حسب مطلب اعتبار اور ناقابل اعتبار دونوں ہے۔ صفتوں کا یہ تضاد، معیار سند کا یہ پیمانہ اور تجزیاتی تاریخ نویسی کی یہ مثال کسی وضاحت کی محتاج نہیں صرف اسی قدر کہنا کافی ہے کہ پروفیسر موصوف خالص مارکسی مکتب خیال کے ایک مشہور مبلغ اور مؤرخ ہیں۔

مقالہ کے اختتامی پیراگراف میں اپنے مفروضی تحقیق کا خلاصہ پروفیسر عرفان حبیب

---

[1] HISTORY OF INDIA AS TOLD BY ITS HISTORIANS کتاب محل، الہ آباد جلد ۷ صفحہ ۲۰۱

[2] عرفان حبیب، اگریرین سسٹم آف مغل انڈیا صفحہ ۲۱۰ حاشیہ ۵۲

[3] PYHC ۱۹۷۰، ۲۱۶۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یوں پیش کرتے ہیں "فی زمانہ ان دونوں (شیخ احمد سرہندی اور شاہ ولی اللہ) کا سیاسی رہنماؤں میں شمار اور انہیں سیاسی کارناموں سے سرفراز کرنے کی کوشش کے پیشِ نظر ان کے افکار اور کارناموں کے متعلقہ پہلوؤں کا ایک سائنٹفک مطالعہ بہرحال ضروری ہے۔ ایسے مطالعہ میں اشخاص کا پاس ادب نہیں کیا جا سکتا۔ مقدس افسانوں اور مبالغہ آمیز نتائج کو خارج کر دینے کے بعد ایسا کچھ نہیں رہ جاتا جس کی بنا پر ان دونوں کو ہیرو یا کوئی غیر معمولی شخصیت قرار دیا جا سکے۔ ان کی مدح سرائی موجودہ تفرقہ پسند روایت کا صرف ایک جز ہے جو ہماری تاریخ کے اصل معمار اور قوائے محرکہ کے بالمقابل ان اشخاص سے تسکین اور فیضان حاصل کرنے کی کوشش کرتی ہے جن کی کوئی بھی حقیقت نہ تھی"۔[۱] اپنی تصنیف ایگریرین سسٹم آف مغل انڈیا میں بھی پروفیسر موصوف نے اسی قسم کے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے شیخ احمد سرہندی کے متعلق لکھا ہے کہ "ایسے شخص کا موجودہ ہندوستان کے فرقہ پرست مسلمانوں کے امام کے درجہ پر فائز ہونا بہرحال کوئی اتفاقی امر نہیں ہے"۔[۲]

اپنے اس "غیر مہذب" مقالہ کی مدافعت کی کوشش میں پروفیسر عرفان حبیب نے خواہ مخواہ یہ معذرتی رویہ اختیار کیا کہ "ایسے مطالعہ میں اشخاص کا پاس ادب نہیں کیا جا سکتا" کیونکہ ہم یہ جانتے ہیں کہ ادب، اخلاق، احترام، رواداری اور اس قسم کے

---

[۱] PIHC 1960 ص ۲۲ [۲] مغل ہندوستان کا طریق زراعت (اردو ترجمہ) صفحہ ۲۴۶ حاشیہ ۲ صفحہ ۲۴۵ [۳] پروفیسر سائمن ڈگبی نے اس مقالہ کو SARAGE ARTICLE کہا ہے، دیکھئے BULLETIN OF THE SCHOOL OF ORIENTAL AND AFRICAN STUDIES UNIVERSITY OF LONDON VOL XXX 1967 (REVIEW) P. 207.

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دیگرا وصاف کا جن کا تعلق عام ضابطۂ اخلاق سے ہے مارکسی نظریہ میں کوئی مقام نہیں ہے۔[1]

شیخ احمد سرہندی کے کارناموں کا تجزیہ کرتے کرتے پروفیسر موصوف جذبات کی رو میں تاریخ کے موضوع سے اس قدر گریز کر گئے ہیں کہ یہ احساس ہوتا ہے کہ وہ مارکسی نظریہ کی تبلیغ میں مصروف ہیں[2] جس میں ان کی ذاتی عصبیت کا عنصر بھی نمایاں ہے ہمعصر تاریخی شواہد کو مقدس افسانہ اور مبالغہ آمیز نتائج کا نام دے کر تسکین تو حاصل کی جا سکتی ہے، شیخ احمد سرہندی کو تنگ نظر، فرقہ پرست اور متعصب کے خطابات سے نوازکر نام تو کمایا جا سکتا ہے اور ان بزرگان دین کی آڑ میں خود مسلمان قوم اور ان کے عقائد کا مضحکہ بھی اڑایا جا سکتا ہے۔ مگر تاریخی حقائق کو تبدیل نہیں کیا جا سکتا۔

"عوامی رہنما" کی اصطلاح کی طرح تاریخ کے اصل معیار (جس سے غالباً پروفیسر موصوف کی مراد کارل مارکس اور اس کے ہم مسلک معروف شخصیتیں ہوں گی) کی فہرست میں بھی گذشتہ بیس برسوں میں خود مارکسی نظریہ کے حامیوں کے ہاتھوں جو رد و بدل واقع ہوئی ہے اس کے پیش نظر پروفیسر موصوف کے یہ فقرے اب نظر ثانی کے محتاج معلوم ہوتے ہیں۔

شیخ احمد سرہندی کے نظریات اور افکار کا تجزیہ اس طور پہ پیش کرنا کہ ان کے

---

[1] دیکھئے! KARL MARX AND FRDINCK EVGBS SELI-
-CTED WORKS P. 25

[2] مارکسی تاریخ نویسی کی تبلیغ کے لئے دیکھئے پروفیسر عرفان حبیب،
PROBLEMS OF MARXIST HISTORICAL ANALYSIS
SCIENCE AND HUMAN PROGRES POPULAR
PRAKAOHAN 1974 BOMBAY P.P. 46-47

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کارناموں میں سوائے ایک ملامتی مہم کے کچھ بھی نظر نہ آسکے یہ ظاہر کرتا ہے کہ پروفیسر موصوف نے شیخ احمد سرہندی کے تاریخی اور واضح سیاسی کارناموں کو نظر انداز کرنے کی دانستہ کوشش کی ہے۔ پروفیسر خلیق احمد نظامی کے مطابق انہوں (شیخ احمد سرہندی) نے تصوف کی اصطلاحوں کی وضاحت اور ان کے مفہوم کے تعین میں اہم کردار ادا کیا۔ اسی وجہ سے ان کے مکتوبات کا عربی اور ترکی زبانوں میں ترجمہ ہوا۔ اس امر کی بھی نشاندہی کی جاسکتی ہے کہ گو عہد وسطیٰ میں بہت سی صوفی تحریکوں نے ہندوستان میں فروغ پایا لیکن صرف نقشبندی مجددیہ سلسلہ ہی پنجاب سے باہر افغانستان اور وسط ایشیا اور ترکی پہونچا۔[1] ان دور دراز ملکوں میں نقشبندیہ مجددیہ سلسلہ کی مقبولیت اس بات کی بھی شہادت فراہم کرتی ہے کہ شیخ احمد سرہندی کے نظریات کو صرف ایک ملامتی مہم سمجھنا کس قدر غیر تاریخی اور غیر حقیقی تجزیہ ہے۔

پانچ سو چونتیس مکتوبات کے مجموعہ میں صرف گیارہ[2] واضح یا غیر واضح خطوط ایسے ہیں جن میں شیخ احمد سرہندی نے ہندوؤں کے متعلق تلخ جذبات کا اظہار کیا ہے عددی اعتبار سے یہ کل مجموعہ کا صرف دو فیصد ہے۔ مجموعہ کے صرف دو فیصد جزو کی بنیاد پر شیخ کے نظریات اور افکار کو ہندوؤں کے خلاف ایک ملامتی مہم کا رنگ دینا تاریخ کے ساتھ سراسر بے انصافی ہے۔ شیخ احمد سرہندی کے معتقدین جو نہ صرف ہندوستان بلکہ افغانستان، وسط ایشیا اور ترکی تک پھیلے ہوئے ہیں۔ ان کے نزدیک شیخ کو امام کے درجہ پر فائز کرنے کی وجہ شیخ کے یہ دو فیصد خطوط کبھی نہیں رہے۔ اور نہ ان

---

[1] پروفیسر خلیق احمد نظامی، صدارتی خطبہ پنجاب ہسٹری کانفرنس، آٹھواں سیشن پٹیالہ ۱۹۷۳ء ص۳۔ [2] دیکھیے مکتوبات جلد اوّل ۲۳ - ۴۴ - ۵۴ - ۶۵ - ۸۱ - ۱۳۹ - ۱۶۳ - ۱۶۷ - ۱۹۳ - ۲۶۵ اور جلد دوم - ۹۲ -

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے مداحوں نے ان دو فیصد خطوط کو کبھی کوئی غیر معمولی اہمیت ہی دی ، ان کے نزدیک شیخ کے ان خیالات کی اہمیت ان کی ایک وقتی کیفیت سے زیادہ کبھی نہیں رہی[1] پروفیسر موصوف نے ان دو فیصد خطوط کو مبالغہ آمیز انداز سے پیش کر کے دراصل شیخ احمد سرہندی اور دیگر ائمۂ دین بشمول ان کے معتقدین ماضی تا حال کے خلوص نیت پر جارحانہ طنز کرنے کا جواز تلاش کیا ہے جو ایک سستی شہرت پسند تاریخ نویسی کے وسیلہ کے علاوہ مارکسی انداز فکر کی حقیقت کو بھی عریاں کرتا ہے۔

کردار کشی کی یہ مہم جس میں پروفیسر موصوف مصروف کار نظر آتے ہیں۔ اس کے سلسلہ میں صرف یہ سمجھ لینا کافی ہے کہ وہ اس عقیدہ کے پابند ہیں جس کے بانی کارل مارکس نے فلسفۂ مادیت کی اہمیت کے ضمن میں یہ لکھا ہے کہ سماج میں بنیادی انقلابی تبدیلیاں کسی بڑے آدمی یا کسی بڑی روحانی تحریک کا نتیجہ نہیں ہوتی ہیں[2]۔ اور بحیثیت ایک معتقد کے پروفیسر عرفان حبیب کارل مارکس کے اس نظریہ کی صداقت کو بہر حال ثابت کرنے کی کوشش میں مصروف ہیں۔ اپنے اس مقصد میں وہ کہاں تک اور کس طرح کامیاب ہوئے ہیں اس کا فیصلہ قارئین پر چھوڑا جاتا ہے۔

---

[1] شیخ محمد اکرام رود کوثر کراچی طبع ثانی صفحہ ۲۱۲۔

[2] مارکسزم ایک مطالعہ ، ظفر امام دہلی ۱۹۷۱ صفحہ ۱۴۷۔

© rasailojaraid.com